بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم)

جو طاعون سے ہی ستھرا آتا تو
بس تھی طاعون ڈراونی تم کو

عذاب آئے ہیں تازہ بتازہ نئے نئے ہیں
ہیں پے در پے ہم اور نشاں نئے نئے ہیں

ٹریکٹ موسومہ

اسلامی قربانی

نمبر (۳۴) (ج)

مؤلفہ

قاضی یار محمد صاحب بی۔او۔ایل پلیڈر

نورپور

ضلع کانگڑہ

جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

ریاض ہند پریس امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد پرنٹر کے چھپا

اور

قاضی یار محمد پبلشر نے نورپور ضلع کانگڑہ سے شائع کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی قربانی

یہ باتیں میری تجھکو لگتی ہیں کڑوی تو جا
نہ کر بے چین مجھکو مرے ہم نشیں سو جا
مُلکِ عدم کے راہی اِک بات اور سُن لے
اس دیں کی غمگساری میں آنکھوں سے تھوڑا رو جا
مرنے سے پہلے مرجا سوئی میں اونٹ کر لے
اور دِل کے زنگ سارے اچھی طرح سے دھو جا
سُن لے کہانی میری سچی خدا گواہ ہے
گر بے خبر ہے تُو تو ملکِ عراق کو جا
واں دیکھ جا کے کیسی خبریں صحیح ہیں پہلی
لیکن بڑھائی نخوت اپنے وطن میں کھو جا
پھر دیکھ کس کے آنے کے ہیں وہ نشان سارے
اور کون پہلے بولا کچھ اچھے پودے بو جا
اے دینِ حق کے حامی اے ذکرِ حق کے حافظ
کشتی بھنور میں رک گئی اب ناخدا تو ہو جا
آنکھوں سے اشک نکلے دامن نے چُن لئے ہیں

آخر کو ہیں یہ چیدہ اِن کی لڑی پرو جا
کاغذ کی ناؤ کب تک بہتی رہے گی پیارے
میں صدقے تیری قدرت کے اسکو تو خود ڈبو جا

شکوہ نہیں ہے اس کا کہ ہم نام کو نہیں ہیں
مقصد ترا دکھانا سو خود ہی آ دکھو جا

(نوٹ) مقطع میں دکھو جا لفظ بمعنے (خود اپنا آپ دکھاوے) لایا گیا ہے یہ پہاڑی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اُردو کی نسبت مجھے علم نہیں۔ کہ کسی حصہ میں مُروّج ہے یا نہیں۔ فقط۔ خاکسار یار محمد

عام مسلمانوں کے اس اعتقاد سے ہمیں شروع سے اختلاف ہے اور اس امر میں عقل ہماری موید ہے کہ یہ وقت اسلام کے لئے "وَاِنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" پر عمل کرنے کا ہے۔ ہمارے خیال میں "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" پر کار بند ہونیکا ہے کوئی عقل اس بات کو روا نہیں رکھتی۔ کہ انسان دیوار سے سر ٹکراوے۔ ہاں یہ مشاہدے میں آچکا ہے۔ کہ دعا سے دیوار گر گئی اور نجات حاصل ہو گئی۔ پس ایسے وقت میں مسلمانوں کی جماعت کا لیڈر وہی ہو سکتا ہے۔ جو اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا پابند ہو اور جو اپنی دُعاؤں کی قبولیت کا پورا معقول رنگ میں ثبوت دے۔ یوں تو ہر ایک شخص اس امر کا مُدّعی ہو سکتا ہے۔ کہ میری دُعا قبول ہوتی ہے۔ ہر ایک روٹی دو وقت یا ایک وقت کھاتا ہے۔ مشکلات سے نجات پاتا ہے مگر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے دُعا اُسی کی قبول ہوئی کہی جا سکتی ہے۔ جو اکثر دعاؤں کے بعد نتائج سے بذریعہ خواب یا کشف پہلے اطلاع پالے۔ اور دوسروں کو قائل کر دے۔ میں نے پچھلے نمبر میں مولوی محمد علی صاحب کی طرف خطاب

کرتے ہوئے یہ لکھا تھا۔ کہ کیا وہ شخص مسیح موعود ہو سکتا ہے۔ جس کے کئی
ایک الہام جھوٹے ثابت ہوں۔ اوس پر مجھے ایک احمدی دوست نے لکھا
ہے کہ آپ عجیب احمدی ہیں۔ جو حضرت اقدس کے کئی ایک الہام جھوٹے
مانتے ہیں۔ میں اوس دوست کی خدمت میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ میرے انکار
سے حضرت اقدس کے کئی ایک الہام جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اور میں کسی
ایک الہام کو بھی بے معنی یا جھوٹا نہیں مانتا۔ افسوس ہے کہ میں ہر ایک ٹریکٹ
میں اس امر پر روشنی ڈالتا رہا ہوں۔ کہ صرف میرے ماننے سے ہی حضرت اقدس
کے تمام الہامات سچے رہتے ہیں۔ اور سابقہ نمبر میں بھی میرا یہ فقرہ مولوی محمد علی
صاحب کے مسلمات کے روئے سے تھا۔ مگر پھر بھی مجھے یہ کلمات سننے پڑے
کہ نعوذ باللہ میرے نزدیک کئی ایک الہامات جھوٹے ہو رہے ہیں۔
سب سے پہلے میں اُس دوست کو یہ جتانے کے لئے کہ جادو وہ ہی
جو سر چڑھ بولے۔ تازہ تائید الٰہی کا ذکر کرتا ہوں۔ جب اوس دوست
نے میرے اس فقرے پر اعتراض کیا۔ اوس کے بعد اللہ تعالےٰ نے دونو
مخالف پارٹیوں کے قلم سے میری صداقت ظاہر کرائی۔ اور اِس فقرے
کی تائید میں ظاہر کرائی۔ فاروق اخبار قادیان مورخہ ۱۴ و ۲۱۔ اگست ۱۹ء
صفحہ ۳ کالم ۲ میں مولوی سرور شاہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے
نام ایک خط لکھتے ہیں۔ اور اُس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک
خواب درج فرماتے ہیں وہ یہ کہ حضرت اقدس نے خواب میں دیکھا کہ (خواجہ
کمال الدین صاحب) پاگل ہو گیا ہے۔ اور حضرت اقدس پر اور مولوی صاحب
پر جو مسجد کی چھت پر بیٹھے ہیں حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تب حضرت نے ایک
خادم کو (جو غالباً یار محمد یا حامد علی تھے) فرمایا کہ اس کو نکال دو۔ پس جب

وہ خادم خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو خواجہ خود بخود مسجد سے نیچے اُتر گیا
آخیر پر مولوی سرور شاہ صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے
خود ہی مسجد کی تعبیر جماعت فرمائی ہے۔ فقط

اب میں اُس دوست سے اور احمدی جماعت کے آگے اپیل کرتا ہوں۔
کہ پہلے الہامات اور خوابیں جو میں اپنی تائید میں لکھتا رہا ہوں۔ یعنے (اول)
حضرت اقدس نے کشف کی حالت میں دیکھا۔ کہ یار محمدؐ یعنے اس عاجز کے
ہاتھ میں ایک تلوار ہے جو پہلے ٹوٹی ہوئی ہے پھر سیدھی ہوئی۔ اور الہام
ہوا۔ (آخِرُ السَّیْفُ الاِسْلَامُ) (دوم) لاہور میں ہمارے پاک ممبر
موجود ہیں" جو بجز میرے کسی پر صادق نہیں آتا۔ کیونکہ اگر میاں صاحب کے
لاہوری مُرید اِس کے مصداق بنائے جائیں۔ تو پیغامی پارٹی اُن سے
مُنکر ہیں۔ اور اگر پیغامی پارٹی کے لاہوری احمدی اس کے مصداق بنائے
جائیں۔ تو میاں صاحب کی جماعت اون سے مُنکر ہے۔ اور اسلام کی
عزت کسی صورت میں قایم نہیں رہتی۔ اور اُن میں سے کوئی اس بات کا
مدّعی اپنی زبان سے نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے میرے برخلاف دونوں
پارٹیوں میں سے کوئی فرد نہیں ہے۔ اور میں حضرت اقدس کی زندگی سے
اس الہام کے مصداق ہونے کا مُدّعی ہوں۔ اور حضرت اقدس نے بھی
میرے ادعا کے بعد تردید نہیں فرمائی۔ (سوم) ہوشیار پور میں ایک
معاملے کی عقدہ کُشائی ہوگی۔ یہ الہام عرصہ ۶-۷ سال سے میں شایع
کر رہا ہوں۔ اِس کے راوی شیخ حامد علی صاحب ہیں۔ اس کے وجود سے
آجتک کسی ایک نے انکار نہیں کیا۔ اور یہ صاف بات ہے۔ کہ سوائے اس
کے کہ میں نے ہوشیار پور سے پہلا ٹریکٹ شائع کیا۔ اور مصلح موعود کے

متعلق کئی ایک الہامات کو اور محمدی بیگم کے متعلق کئی ایک الہامات کو سچا اور معقول معنوں میں ہر ایک فرقے کے مسلمات کے رُو سے سچا ثابت کر سکنے اور ان پیچیدہ باتوں کی عقدہ کشائی کی۔ اور کسی طرح پر یہ الہام سچا ثابت نہیں ہوتا۔ (چہارم) وہ فضل عمر ہوگا۔ جس معقول رنگ میں یہ الہام مجھ پر صادق آتا ہے۔ اور کسی مدعی یا کسی انتخاب کے ولد پر صادق نہیں آتا۔ (تشریح کے لئے پچھلے ٹریکٹ ملاحظہ ہوں) ان الہامات کو جانے دیں۔ خدا کے لئے اب حضرت اقدس کی صرف اسی خواب کو لیں۔ جو ایک مخالف پارٹی کے اعلیٰ رکن کے قلم سے نکلی ہے۔ پھر اُس کی تعبیر کو لیں۔ اور اس بات کا جواب دیں۔ کہ جس صورت میں خواب کے باقی اجزا لفظاً لئے جاتے ہیں۔ یعنے خواجہ سے خواجہ مُراد لی جاتی ہے۔ خواجہ کی موجودہ حالت کو پاگل ہونا لیا جاتا ہے۔ تو آپ کس طرح یار محمد سے میاں صاحب مراد لے سکتے ہیں اور یار محمد یا حامد علی سے کوئی ایک تو لیا جا سکتا ہے اور جب کہ امر واقعہ کے طور پر یہ مشاہدہ میں آرہا ہے۔ کہ میرے مقابل پر خواجہ صاحب ایک لفظ قلم سے نہیں نکالتے۔ تو کیا یہ خواب میری صداقت کے لئے مہر نہیں ہے خدا سے ڈرنے والا دل پہلو میں رکھ کر ایک منٹ کے لئے غور کریں۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تائید پر تائید اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے میری ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر نور محمد صاحب کے مباہلے کی میعاد گذر جاتی ہے۔ انفلوئنزا سے کوئی گھر خالی نہیں رہا۔ مجھے اللہ تعالےٰ پہلے سے زیادہ عزت عطا فرماتا ہے۔ اور ہر رنگ میں عطا فرماتا ہے کیا ایک خطاکار انسان کے ساتھ ایسا سلوک ماننا سچائی کے سلسلے کو درہم برہم نہیں کرتا۔ یہ تائید تو ایک پارٹی کے قلم سے ہوتی ہے۔ اب دوسری پارٹی کے ایک مشہور لیڈر نے پیغام

صبح کے تازہ پرچوں میں سے کسی ایک میں یہ فقرہ درج کر دیا۔ کہ یہ امر محال
ہے کہ محض انتخاب سے کسی شخص کو کسی قسم کی بزرگی حاصل ہو جاوے
بہر صورت اوس لیڈر نے انتخاب کو ایک فضول طریقہ تسلیم کر لیا۔ اور میرے
اون کلمات کی داد دیدی۔ کہ جب پچھلا تجربہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انتخاب کی بدولت
اسلام میں کئی سو بہتر فرقے پیدا ہوگئے تو اب آئندہ تجربے کے بعد اوس پر
عمل کرنا تقوے سے بعید ہے۔ اور کم از کم وصیت کو رواج دینا چاہیئے۔

اور باوجود اس تجربے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چالیس آدمیوں والا
فقرہ لکھ دینا محض احتیاطاً اور اس خطرے سے تھا کہ شاید الہام کی بنا پر
بولنے والا نہ بولے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جب انتخاب نے پہلے ایک نقشہ سامنے
کھینچ دیا ہوا تھا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی دعاؤں سے نا امیدی
ہوتی تو حضرت اقدس ضرور وصیت میں مولوی نور الدین صاحب کا نام درج
فرما دیتے۔ اور پھر مولوی صاحب میاں صاحب کا نام درج فرماتے۔ اور یہ شطرنج
کی بازی کی حالت نہ طاری ہوتی۔ عزیزو مجھے بغیر دلیل کے مجنوں لکھو۔ مفتری
لکھو۔ لیکن حضرت اقدس اور مولوی صاحب کو تو بدنام نہ کرو۔ کیا یہ بات کہ
جس صورت میں حضرت صاحب کے سامنے کوئی شخص الہام کی بنا پر
کھڑا ہونے والا موجود نہ تھا۔ اور انتخاب نے پہلے ہی اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس کا خاص نام مولوی صاحب کا لیکر وصیت
نہ کرنا معمولی عقلمندوں کا کام ہے۔ یا موجودہ نتیجہ کو جان کر دیکھ کر ایک پرلے
درجے کے بیوقوف کا فعل ہے۔ مجھ سے اگر نفرت ہے تو جانے دو۔ میری اگر کوئی
بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو چھوڑ دو۔ مگر اس بات کا جواب دو۔ کہ کونسا مدعی
حضرت صاحب کے سامنے تھا۔ اور وہ جو اتفاقی حضرت صاحب کے بعد بول اُٹھا

اس نے مولوی صاحب کی بیعت نہ کی۔ مولوی صاحب نے آخری وقت
میں اوس سے دعا کی درخواست کی۔ یہ بات تو آج تک نہ ہوئی نہ ہوگی
کہ تمہاری خواہشوں کے مطابق اللہ تعالےٰ کوئی مصلح پیدا کردے۔ عقل
کے اندھو۔ اتنا تو سوچو کہ وہ جو تمہارے انتخاب یا تمہاری خواہشوں کا
پابند ہوکر ہوے گا۔ مخالفوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ تم تو ادسے اس لئے
تسلیم کرلو گے کہ وہ تمہاری خواہشوں کے مطابق ہوگا۔ مگر جن کی خواہشوں
کے برخلاف وہ ہو ئیگا۔ وہ اُسے کس طرح تسلیم کرلیں گے۔ آہ ۔ میں تو آجتک
کسی کے اس شعر پر عمل کرتا ہوں ؎

نالۂ ما را کلبۂ احزاں تسلی بخش نیست
در بیاباں مے تواں فریاد خاطر خواہ کرد

اور میری جنگل میں بھی یہی حالت ہوتی ہے ؎

آہے چو بکشم از دل چپ و راست خود بہ بینم
کز تیزی و وحدش کس غیر من نہ سوزد

لیکن تم لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ دو تین مدعی موجود ہیں۔ ہم کس کو تسلیم
کریں۔ مقابلہ راستباز کی سچائی کو پرکھنے کے لئے ہوتا ہے لازمی ہے کہ سچے کے
ساتھ جھوٹا بھی ہو تاکہ عقل رائگان نہ جائے اور سچ اور جھوٹ میں ہر ایک
عقلمند تمیز کرسکے۔ مگر تمہاری طرف سے یہی جواب ملتا رہا۔ کہ پہلے سب مدعی
آپسمیں فیصلہ کرلیں۔ میرے ساتھ میاں صاحب نے مباہلہ کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ
نے اون کے مقابلہ پر ہر طرح سے عزت زیادہ عطا فرمائی۔ اُن کا یہ خیال
کہ سچے اور جھوٹے میں۔ یہی فرق ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہوجاتا
ہے۔ اس لئے پورا نہیں ہوا کہ جب میاں صاحب کو کوئی تکلیف

ہوتی ہے تو جھٹ پیغام صلح اپنی سچائی کی دلیل نکالنے لگتا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد صاحب اپنی کرامت ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اصلیت گم ہو جاتی ہے اگر پیغام صلح والوں اور ڈاکٹر نور محمد صاحب کا یہ خیال ہے کہ میاں صاحب کے وجود کی وجہ سے وہ مجھے تسلیم نہیں کرتے۔ تو بذریعہ تحریر یہ شائع کریں کہ آج ۱۲ر دسمبر ۱۹ء سے لیکر ۲۱ دسمبر ۲۰ء تک اگر میاں صاحب کو کسی قسم کی تکلیف پونچے۔ تو ہم اپنی کرامت یا اپنی سچائی کی دلیل ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ وہ یار محمد کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔ جس کے ساتھ میاں صاحب نے مباہلہ کیا ہوا ہے تو بے شک فیصلے کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔ بجز اس کے اللہ تعالےٰ یا اُس کے بندے کا کام لغو نہیں ہو سکتا۔ کوئی مومن کسی فضول کام کے لئے دعا نہیں کرسکتا۔ پھر میں یہ دعا کروں گا۔ کہ اے آسمان وزمین کے مالک اے جو ہر ایک ذرہ تیری مخلوق اور خادم ہے۔ اِس سے پہلے تو میں اپنی زبان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اپنے متعلق بیان کرتا تھا۔ میری شہادت کوئی نہ دیتا تھا۔ مگر اب جب کہ فاروق میں سید سرور شاہ صاحب نے اپنے قلم سے میرے متعلق حضرت کا ایک خواب درج کردیا۔ اب کم ازکم میاں صاحب اور اُن کی جماعت پر حجت پوری ہوچکی۔ اب میرا وجود اون کے لئے مصدق لمابین یدیہ میں داخل ہے اور اب دوسرے لوگ اپنی سچائی کی دلیل نہ ماننے کا اقرار کرچکے ہیں اب تو مجھ میں اور میاں صاحب میں فیصلہ کردے اگر میں تیری طرف سے نہیں ہوں اور تیرے پیارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نشانات میں سے کوئی نشان مجھ میں موجود نہیں اور حضرت اقدس

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی الہام میری ذات کے متعلق نہیں۔ اور میں تیری طرف سے نہیں بولا۔ تو تو مجھے ایک سال کے اندر اندر اس دنیا سے اُٹھا لے۔ اور موجودہ لوگوں اور آئندہ کی نسلوں کو اس تشویش سے معاف رکھ۔ اور اگر اے میرے پروردگار اے ہو تو میرے دل کی حالت سے پورا واقف ہے اسے جو تیرے وجود کی خاطر میں نے سب کو ترک کیا ہے۔ میں تیرے نزدیک سچا ہوں۔ تیری ہی خاطر بولا ہوں۔ تو ایک سال کے اندر اپنے ہاتھ سے میری سچائی ظاہر کر اور جھوٹے اور سچے میں بین طور پر تمیز کر۔ جس طرح مولوی نورالدین صاحب نے آخری وقت مجھ سے دعا کی درخواست کی۔ اور اپنی عاقبت درست کر لی اسی طرح میاں صاحب کو بھی توفیق دے۔

اے مولا کریم جس طرح میں اپنی ذات کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ تیری رضا سے باہر ایک منٹ زندہ رہوں۔ اسی طرح میں اپنے دوستوں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ میری یہ دعا قبول کر۔ آمین۔ دوستو میری کسی بات کو معمولی سمجھ کر یونہی بدظنی میں نہ پڑو۔ سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے اقوال کی عزت کرو اور میرے کہنے پر اتنا ہی عمل کرو۔ کہ ایک کمیٹی قائم کرو۔ جس میں صرف یہی بحث ہو کہ وہ احادیث صحیحہ جن کا وجود سو سال پہلے بھی تھا اور وہ کسی اگلے واقعات کے متعلق بطور پیشگوئی ہیں۔ کیونکر دروغ ہو سکتی ہیں۔ ان میں راوی کی نفسانیت یا ذاتی رائے کا کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔ اجتہادی غلطی کے قائل تم سب ہو۔ اس قسم کی غلطی راوی حدیث پر چسپاں کرو یا مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اس میں کلام اللہ یا کلام رسول کی عزت میں فرق نہیں آتا۔ احمدیوں کی کون سی شاخ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

اجتہادی غلطی ایک امر تسلیم کرنا اور دوسیں تسلیم کرنا ایک ہی بات ہے اگر حضرت اقدس نے ان تمام احادیث کو جو وجود ان کا چودھویں صدی میں ہونا ظاہر کرتی ہیں غلط قرار دیا ہے تو مفصل عمر اور نوے سال والی رویا کا لحاظ رکھ کردہ تمام احادیث معقول طور پر سچی ہو جاتی ہیں اور کروڑ ہا مسلمانوں کو حق پر پہنچی ایک حاصل سکتی ہے اور لامہدی الا عیسے والی حدیث بھی درست نظر آتی ہے مہدی کا سرسن ہے جس نے دیکھا خوش ہوا۔ کے غار میں ہونا بھی عین معقول دکھائی دیتا ہے اور میرا وہ اجتہاد کہ احادیث یا قرآن کریم کی تعبیر ہیں۔ یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی رویا یا کشف کی تعبیر نہیں ہے ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ ان الذین کذبوا بایاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کیا۔ ان پر آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے۔ یہاں تک کہ اونٹ سوئے کے ناکے میں داخل ہو جاوے۔ ایک غور طلب مقام ہے تکذیب آیات اور کبر پہلے پہل ہر ایک میں ہوتا ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں پہلے یہ باتیں نہیں تھیں۔ ضرور تھیں۔ پھر کیا قرآن کریم کے یہ الفاظ دوسرے الفاظ ہو التواب الرحیم کے متضاد ہیں اور منشا ہے کو جھٹلا کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں یعنی ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متکبر جنت میں داخل نہیں ہونگے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جاوے اور چونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکنات سے ہے۔ اس لئے متکبرین کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ مگر یہ بات اللہ تعالے کی رحمت کے برخلاف ہے پس صاف

ظاہر ہے کہ یلج الجمل فی سم الخیاط اشارے کے طور پر ہے۔ اور مدراج میں سے ایک درجے کی علامت کنایہ مقربہ فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے پس جن لوگوں کو میرا وہ رقعہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا تھا اور اُس میں اپنی کشفی حالت ظاہر کی تھی میرے جنون کی دلیل نظر آتا ہے وہ اپنے ایمان کی فکر کریں اور قرآن کے الفاظ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتٰن ومن دونھما جنتٰن پ ۲۷ ع ۱۳ کی کسوٹی پر اپنے ایمان کو پرکھیں یہاں اللہ تعالےٰ ڈرنے والے کو دو جنت عطا فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے جس کی تعریف درمیانی فقرات ہیں۔ یعنے ان میں چشمے ہونگے۔ لولو اور مرجان ہونگے سر ہانے ہونگے وغیرہ وغیرہ اخیر میں فرماتا ہے کہ اون دو جنتوں سے ورے دو جنت اور بھی ہیں یعنے جیسے مرنے کے بعد اون کو دو جنت ملیں گے ایسے ہی اسی دنیا کی زندگی میں ہی دو جنت ملیں گے اور الفاظ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اس کی تشریح ہے۔

اب میاں صاحب اور مولوی محمد علی صاحب مہربانی فرما کر کھول کر لکھیں کہ اُن کو دو جنت کون سے حاصل ہیں۔ یونہی اعتراض کر دینا تو بڑا آسان ہے خود کسی صنعت کے موصوف بنکر بتا دیں۔ اب میں مختصر طور پر اون خوابوں اور کشفوں کو ظاہر کرتا ہوں جو بطور پیشگوئی ظاہر ہوئے اور ہونے والے ہیں ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پشاور کے گرد کسی مسلمان بادشاہ کی چھیڑ چھاڑ ہو رہی ہے انجام کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ مگر تاہم میں نے

قانون کی پابندی کی وجہ سے اس کو عام طور پر شایع نہیں کیا۔ صرف آپنے دو تین دوستوں سے ذکر کیا۔ اسوقت اس طرف کی چھیڑ چھاڑ کا خیال تک نہ تھا آخر یہ پیشینگوئی صرف اپنی حد کے اندر پوری ہوئی۔ اور امیر نصراللہ خان کی غلطی سے پوری ہوئی۔ اس خواب اور دوسرے خواب سے صرف امیر نصراللہ خان کا وجود ۱۱ ماہ کے اندر ظاہر ہونا ضروری تہا جو ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی خوشی میں میں نے اپنے ایک ملازم لڑکے کو بہت سے روپے دیئے۔ یہ ایک تیسرے لڑکے کی بشارت ہے جو ڈاکٹر نور محمد صاحب کے معاملے کی میعاد کے اندر مجھے عطا فرمائی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کے چند روز بعد میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی لڑکی کو میں پیشاب گود میں اٹھاکر کرا رہا ہوں۔ جب غور سے دیکھتا ہوں تو وہ لڑکا ہے اس کا مفہوم میں نے یہ سمجھا کہ میں نے جو اپنے کسی سابقہ پرچے میں اپنی ایک پرانی خواب کی بنا پر جو یہ ہے کہ میری بیوی ایک چھوٹی سی لڑکی کی اونگلی پکڑے ہوے آرہی ہے بطور پیشینگوئی یہ ظاہر کیا تہا کہ شاید میرے گھر نثار احمد کے بعد لڑکی پیدا ہو اب اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت کے باعث جو وعید یا بری بات کو وہ ٹال دیتا ہے اوس لڑکی والی خواب کو ٹالدیا۔ یا معاف کر دیا۔ اور مجھے مباہلے کی میعاد کے اندر یہ بشارت عطا فرمائی۔ اور ڈاکٹر صاحب کے مقابلے پر میری عزت بڑھائی بعض کوتاہ اندیش بدظنی سے اس کو تحویل کی طرف لے جاسکتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ میرے حریفوں میں سے کوئی میرے مقابل پر یہی پیشگوئی کرے کہ ایک سال تک وہ اور اُس کی بیوی دونو زندہ رہیں گے۔ اور ایک لڑکا یا لڑکی ضرور اس کے گھر اور پیدا ہوگا۔ میری ان خوابوں سے یہ تو ضرور بطور پیشگوئی قرار دیا گیا ہے کہ میں اور میری بیوی زندہ رہیں گے۔ یا مجھے ایک بیوی اور ملے گی

اور ایک لڑکا یا لڑکی ضرور پیدا ہوگی جس کو میں اب لڑکا ہی سمجھ سکتا ہوں
اور اللہ تعالےٰ اپنی صفات کے رو سے ضرور لڑکا مجھے عطا فرمائے گا۔ اب
میں مولوی محمد علی صاحب سے بھی امید رکھتا ہوں کہ میری دو تین خوابوں
کے مقابل وہ اپنی ایک خواب ہی ظاہر فرمائیں جو محض مخلوق خدا کو میری
سچائی کی تردید کے لئے ایک دلیل بن سکے۔ زبان سے تو ہر ایک آدمی کہہ
سکتا ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کا پیارا ہوں اور میں برگزیدہ ہوں۔ مگر لاٹھی اسی
کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے راعی مقرر ہو۔ میں نے
کسی سابقہ نمبر میں لکھا تھا کہ قرآن کریم کا یہ دستور ہے کہ جب کبھی اگلی
زندگی کے لئے کوئی وعدہ فرماتا ہے اور پیشگوئی کا ذکر فرماتا ہے تو ضمنی طور
پر اس دنیوی زندگی میں بھی اس کی مثال پیدا ہونے کا ٹھیکہ لیتا ہے۔
مثال کے طور پر یہی مقام کافی ہے کہ جب جنت کا وعدہ مرنے کے بعد فرمایا
ہے تو ساتھ ہی لازمی طور پر اس کی مثال روم کے ملک کے جنت کی
قرار فرمائی ہے یعنے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زندگی میں اس وعدے
کو پورا ہوتے دیکھ لیا تو آخرت پر بھی ان کا ایمان کامل ہو گیا۔ بجز اس
کے ہونا مشکل تھا پھر یہ امر بھی شک سے مبرا ہے۔ کہ رسول کریم کا زمانہ
مومن کے لئے جنتی زندگی کا زمانہ تھا اور تکمیل چاہتی تھی کہ آپ کے بعد بھی
صحابہ میں سے چند ایسے وجود ظاہر ہوں جو جنتان کے لفظ کو واضح فرما دیں
میں کہتا ہوں رسول اکرم کا زمانہ ایک جنت تھا تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ
عنہما کا زمانہ دوسری قسم کا جنت تھا۔ یہ میں حدیث صحیح سے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے یوسف تھے۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ صحابہ نے
اس مفہوم کو تاڑ لیا تھا۔ اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صرف اس فرمانے

پرکہ گو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فوت نہیں ہوا۔ یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیں گے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کسی قسم کا ادعا کرنا یا نہ کرنا ایک مصلحت وقتی ہو سکتی ہے۔ آم کھانے سے غرض ہوتی ہے۔ نہ پیڑ گننے سے۔ اب بھی یہ کسی نافہم کا اعتراض ہوگا۔ کہ میاں صاحب نے ادعا کیوں نہیں کیا۔ سمجھدار آدمی تو صرف اس بات کو پکڑتا ہے کہ کیا میاں صاحب اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اسی طرح ثابت کر رہے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرتے رہے۔ پس جب یہ بات صاف ہو گئی۔ کہ معرفت کے بھوکے پیاسے کے لئے آنحضرت کا زمانہ بھی ایک جنت تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ بھی ایک جنت ہی تھا۔ تو لازمی طور پر مسیح موعود کے بعد دوسرا جنت آنا چاہیئے۔ اور یہی دو جنت آخری زمانہ کے جنت ہیں۔ اور چودھویں صدی سے بعد کے لوگوں کے لئے اربعہ لگانیکا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بجز اس کے تکمیل نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کے وقت سے دوسرے جنت کا زمانہ شروع ہوا۔ اور تیرہویں صدی میں ختم ہو گیا۔ اب ضروری تھا۔ کہ تیسرا اور چوتھا جنت آتا۔ تا اس زمانے کے مومنین کو آخرت کے جنت پہ پورا یقین حاصل ہو۔ اور تکمیل کا دعوے دلائل کے ساتھ پورا اترے۔ مجھے مولوی محمد علی صاحب کی قرآن دانی پر تعجب ہے۔ جو مصلح موعود کو پھر کسی وقت پر لانا چاہتے ہیں جس کی نسبت احادیث شاہد ہیں۔

قرآن کریم سے کسی طرح ظاہر نہیں۔ اِدھر اُدھر سے لیکر دہی صدی کے سر پر مجدد آنے کی خبر ہے۔ پھر اُن کی موجودگی میں مسیح موعود پر وحی نازل کرنیکی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر یہ وحی صرف تشریح کے لئے ہے۔ تو مولانا صاحب جواب دیں۔ کہ وہ مصلح کس صدی میں آئیگا۔ ہر ایک بات کو طے کرنے کے لئے چند

امورِ تنقیح طلب مرتب کرنے ضروری تھے ۔ سو میں اپنے دعویٰ کے متعلق یہ امور تنقیح طلب لکھتا ہوں ۔ مولانا صاحب سوچکر جواب دیں ۔

(۱) قرآن کریم سے رسول اکرم کے بعد کے زمانے کے لئے صرف اَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ شوریٰ پر خلافت کا انحصار ہے ۔ یا کوئی شخص کسی دوسرے طریقے سے بھی خلیفہ یا امیر المؤمنین ہو سکتا ہے ۔ اگر ایک ہو سکتا ہے تو زیادہ کی نفی کہاں ہے ۔

(۲) احادیث کے روئے غالب برائے کیا قایم ہو سکتی ہے ۔ چودھویں صدی میں دو شخصوں کا الہام کی بناء پر بولنا ثابت ہے یا ایک کا ۔

(۳) اگر دو کا بولنا غالب ہے تو احادیث کو صحیح ماننا اور مسیح موعود علیہ السلام سے اجتہادی غلطی کا ہو سکنا صاف اور سیدھی راہ ہے ۔ یا اس کے برعکس

(۴) اگر ایک شخص کو ہی مسیحیت اور مہدویت ملکا خاتم ماننا لازم ہے ۔ تو کیا مہدویت کے تمام آثار حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ختم ہو چکے ۔

(۵) اگر ختم نہیں ہوئے ۔ تو مہدویت کے لیے مسیح موعود کے بعد فوراً دوسرا شخص اُس کو پورا کرنے والا ماننا ماموں ہے یا آئندہ کسی وقت ۔

(۶) حضرت مسیح موعود کے الہامات کسی نہ کسی معقول رنگ میں سچے کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں ۔ مجھے سچا مانکر یا کاذب ۔

(۷) قرآن کریم سے کسی الہامی مدعی کے کونسے نشانات ثابت ہیں ۔

(۸) مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِمْ ۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ قُلْ اِنِّىْ اُمِرْتُ .... الیٰ اخرہ ۔

(۹) کیا انتخابی خلیفے کے نہ ماننے سے وبا پڑتی ہے یعنے عذاب نازل ہوتا ہے ۔ یا کہ خود اُس خلیفے کی جماعت اوس سے محفوظ رہے ۔

(۱۰) اگر پڑتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے ادعا یا اظہار پہلے ضروری ہے۔
(۱۱) اگر نہیں تو دو انتخابی خلیفوں کی صورت میں کون اور کس طرح ڈگری کا مستحق ہے۔ باقی امور انکا جواب شایع ہونے پر لکھے جائینگے۔

اب میں مختصر طور پر اسلامی قربانی کا ذکر کرتا ہوں۔ جو موتوا قبل ان تموتوا کے الفاظ سے ظاہر کی گئی ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ اسلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت یعنے عید الضحیٰ کے دن بکرے وغیرہ کی قربانی کرنا اپنے فدائیوں کو سبق دیا ہے۔ اصل امر یہ ہے۔ کہ جو کام ایک انسان نے پہلے کر دکھایا ہے۔ اوس کی مثال قایم کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں قربان یا ذبح کرنے کے لئے طیار ہونا بڑا کام نہیں ہے۔ ہر ایک نام کا مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اولاد کوئی چیز نہیں۔ اگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بچے کی قربانی لازمی قرار دی ہوتی۔ تو ہزارہا مسلمان آپ کی اتباع میں قدم رکھتے۔ ستی ہونے کی رسم ایک زبردست دلیل ہے۔ بچوں کو قومی جنگ میں عام طور پر بھیج دینا معمولی بات ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بہادری اوس خواب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھنا اور پھر اوسی خواب (خیال) پر عمل کرنے کے لئے طیار ہو جانا ہے۔ اپنے اپنے حالات پر ہر ایک نظر ڈال سکتا ہے۔ کسی کی پیروی میں یا کسی رسم کی پابندی میں جان دیدینا بڑی بات نہیں۔ لیکن ایک خیالی بات پر جس کی نظیر پہلے قایم نہ ہوئی ہو۔ کوئی کام کرنا ایمان کے کامل ہونے کی علامت ہے۔ پس ظاہری قربانی پر خوش ہونا طفل تسلی ہے۔ جب وقت مومن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف قدم

اٹھاتا ہے۔ تو اوسے ایسے ایسے واقعات پیش آنے لازمی ہیں۔ جو ابتلا کا رنگ رکھتے ہوں۔ ایک دہریہ اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجنون کہے گا۔ مگر اگر وہ چار یوم میری صحبت میں رہکر اپنی ہستی کا میری زندگی سے مقابلہ کرے۔ تو اوسے مجبور ہوکر کہنا پڑیگا۔ کہ یہ ایک کرامت تھی۔ اور یہی ایمان کے کامل ہونے کی ایک سند تھی۔ مرنے سے پہلے مرنا یہی ہے۔ کہ اپنی عقل اپنی بڑائی کو۔ ایک خیالی بات پہ جلا دیا جاوے۔ اور اوس سے یہ مقصود نہ ہو کہ اس سے مجھے کچھ حاصل ہوگا۔

مثال کے طور پر مہاتما گاندھی اور مسٹر محمد علی شوکت علی کے موجودہ حالات قابل غور ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ سب ظاہری قانون کی آڑ ضرور رکھتے ہیں۔ اور یہی بات دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلام اپنے پیرو کو ذہی حوصلہ اور فراخ دل بناتا ہے۔ کبھی قوم پرستی نہیں سکھاتا۔ صرف ترجیح کا مسئلہ جائز رکھتا ہے۔ اگر ہمسایہ غریب ہو تو اسے باہر کے سائل پر فوقیت لازمی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے محلوں میں پرورش پانا ضرور قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور موجودہ حاکم کی اطاعت بھی لازمی ہے۔ مگر بغیر حکم کے صرف دنیاوی تمغے کی خاطر حقوق کی رعایت کا رکھنا دنیا داروں کا کام ہے۔ ایک مومن کی شان کے خلاف ہے۔ اب میں مختصر طور پر اپنے شعر مندرجہ ٹائیٹل پیج کے مصرعہ ثانی "عذاب آتا ہے تازہ رنگ میں تم اپنے قایم اوسان کرلو۔" کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔

مینے چند اشعار جو بعد میں درج ہیں۔ ایک سفر کی حالت میں لکھے تھے۔ مصرعہ مذکورہ میں "عذاب آیا ہے تازہ رنگ میں" بھی ٹھیک تھا۔ مگر آتا ہے

بہ نسبت آیا ہے کے مفید تھا - کیونکہ اس سے اصلاح کی اُمید ہو سکتی تھی اور آیا ہے گزشتہ انفلوئنزا کی وجہ سے درست تھا - آتا ہے میں اپنے آپ لکھ نہیں سکتا تھا - اسی تشویش میں میں نے دو چار تعطیلیں مضمون لکھنا بند رکھا - اور ایک نیل گائے کا شکار کیا - آخر ۹ جنوری یا اوس کے قریب قریب کی رات کو میں نے کشف کی حالت میں ایک بجلی کی چمک دیکھی - جس کا اثر مجھ پر وہی ہوا - جو انفلوئنزا گزشتہ سے پہلے ایک کشف سے ہوا تھا - میں دو چار منٹ بے حس و حرکت مُردے کی طرح پڑا رہا - اوس کے بعد استغفار کی کثرت کے بعد ایک سخت زلزلہ محسوس ہوا - خواب میں میں یہ کہہ رہا ہوں - کہ پہلے مجھے اپنے اہل و عیال کی خبر لینے دو - فقط

اس کشف کو اب میں اوسی قسم کی انذاری پیشگوئی قرار دیتا ہوں - جو انفلوئنزا گزشتہ سے پہلے تھی - فلاسفروں - اور مادہ پرستوں کیلئے ایک سال کا وقفہ بھی ضروری تھا - ہر ایک پڑھنے والے کو چاہیئے - کہ اس خبر کو دوسروں تک پہنچا دے - اور اپنے سر سے اسی طرح کچھ بوجھ ہلکا کرے - یہ میں کھولکر لکھتا ہوں - کہ اس قسم کے عذاب سے پیشگوئی کرنے والا یا اُس کے متعلقین اسی لئے بچ سکتے ہیں بلکہ بچ جاتے ہیں - کہ اونکا ایمان اوروں کی نسبت اس کے آنے پر زیادہ ہوتا ہے - اور وہ زیادہ استغفار کرتے ہیں - ورنہ اللہ تعالےٰ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں - اب میں اس نمبر کو اسی پر ختم کرتا ہوں - اور قرآن کریم کے ترجمے پر پھر کسی وقت نظر ڈالونگا - مجھے کچہری کے کام سے فرصت کم ہوتی ہے - وہ وقت قریب ہے جو اللہ تعالےٰ مجھے اس دینی کام کے لئے ایک مددگار عطا فرماوے - مکان اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے طیار ہو چکا ہے - صرف ایک کمرے کی تکمیل باقی

ہے۔ بعد میں کوئی نہ کوئی دوست ضرور میری حالت پر رحم کرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔ فقط

نظم

نہ ٹالو باتوں سے یوں ہی مجھکو عزیزو کچھ تو دھیان کرلو
جنوں جو ہے یہ تو کس قسم کا ذرہ تو سوچ گیان کرلو
جنوں تو اوس پہ بھی تھا یا تھا جو تھا تمہارا ہمارا ہادی
تھی فطرت اوسکی الگ ہی تم سے تم اُس سے میری پہچان کرلو
جو میں مسیح کیلئے تھا دوڑا جنوں کی اس میں ہے کونسی رگ
میں ہوں محمد کا یار یار و نہ مجھ سے بدلہ یہ مان کرلو
جو تم ہو بندے خدا کے میں بھی اوسی کا پیدا کیا ہوں
جو تم کو کثرت پہ ناز اپنی تو مجھکو تنہا گمان کرلو
کبھی نہ ہوگی تمہاری نصرت سوا سچائی کا بول بالا
جو تم پہ شک کا ہے وار یار و یقین مجھ سے تم آن کرلو
یہ کہتا تم میں سے ہوگا ہر اک رسول عربی کا میں ہوں عاشق
جو میں نمونہ ہوں سب کے آیا مقام میرا نہ جان کرلو
جو تم ہو خیالوں کے اپنے پابند تو میں بھی دل کا ہوں اپنے مالک
جو تم سے مجھ میں ہیں خاص باتیں تم اونکو لکھ لو نشان کرلو۔
جو تم ہو تقوے میں پورے اوترے تو تم میں منکر سے کیا زیادہ
ہے یوں ہی باتیں تو وہ بھی کرتا تم اُس سے کچھ تو بیان کرلو۔
ہو تم تو انسان کے بت میں یار و یہ چال پکڑی ہے بھیڑ کی کیوں

جو لیتے آنا ہو دام دیگر تو خوب چھلنی سے چھان کر لو

ہو ہو گے درگس اوسکی حاضر یہ ہو گا کلمہ زباں پہ جاری

جی ہمنے اس کا جواب دینا حرام سمجھا تھا تمہاں کر اد

وجہ جو پوچھینگے ذات باری تو کہنا ہمنے یہا آنہ مایا

بنے گی بانی یہ بحی کیونکر بتا گے اس کو آسان کر لو

یہ سوچو جنت ہیں چار کیسے حدیث لاتی ہے دو کو کیسے

رسول اکرم کو یاد کر لو ذرہ تو قدر قرآن کر لو

جو تہا مسیح لئے ہی تنہا آنا تو بس تھی طاعون ڈراؤنی تم کو

عذاب آتا ہے تازہ رنگ میں تم اپنے قایم اوسان کر لو

جو ہونا لازم تھا ہو رہا ہے دلوں کا مالک خدا ہی سمجھو

ہے بات اتنی فقط کہ تم بھی رُخ اپنا سوئے رحمان کر لو

خدا تعالیٰ کی سوہرت ہے نہ دخل اسمیں کسی کا کچھ بھی

ہو تم جو ناخوش تو جنگ کر لو یا عقلیں اپنی حیران کر لو

میں اس رسالہ کو ختم کر چکا تھا۔ کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کا رسالہ براہین حقہ بذریعہ ڈاک پونہچا۔ مینے اوّل سے آخر تک پڑھا۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میری کسی بات کا جواب اوسمیں شایع نہیں کرایا۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ .....الی آخرہ۔ کا ترجمہ آیا ہی کیا ہے۔ (ادیکھا) کی جرأت نہیں ہوئی۔ پھر دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

صفحہ ۵ میں تو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے مرشد میرے ہادی میرے رہنما حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اپنی تصانیف میں لکھا ہے

کہ اوس کے دعاوی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ لیکن نادان مخالف ابھی تک یہی کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ وہ مسیح ابن مریم بنتا ہے وہ محمد بنتا ہے۔ وہ یہ بنتا ہے۔ وہ وہ بنتا ہے حالانکہ جو کچھ وہ بنتا ہے۔ تو وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر صفاتی رنگ میں اپنی اصلی خوبی کے کمال کا اظہار کرتا ہے . . . . الی اخرہ۔

پھر رسالے کے آخر میں اسبات پر زور دیتے ہیں کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی سے مراد حضرت مسیح موعود ہی تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ ان سطحی خیال کے مالکوں سے کوئی پوچھے کہ جب وہ بروز کے مالک تھے۔ تو احمد کے لفظ کے واحد مالک بنکر استعارہ اور مجاز کے روادار کیونکر ہوئے۔ جب قرآن کریم کی ایک پیشگوئی خاص آپ کے حق میں تھی۔ باقی رسول اکرم کے حق میں۔ تو پھر تو آپ الگ ایک نبوت کے مالک ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا روحانیت اسی بات میں رہ گئی کہ حضرت صاحب کے ارشاد کے خلاف بلا وجہ ردّو بدل کیا جاوے۔ آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام محمدؐ اور احمد دو صفتوں کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور احمد کی صفت کا میں بروز ہوں۔ اور بروز ایک رنگ میں تکمیل کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور اب واقعات پیش آنے والے اسی قول کے موید ہیں۔ رسول اکرم کے زمانے میں اسلام کا غلبہ دلائل کے ساتھ بھی ہوا۔ اور ظاہری رنگ میں بھی ظاہری رنگ کا غلبہ لفظ محمد کی صفت کو پورا کرتا ہے۔ بادشاہوں کی گردنیں آپ کے آگے جھک گئیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مسیح موعود کے زمانے میں صرف دلائل کا غلبہ مقصود تھا۔ جو ہوا۔ اور تکمیل کا کام کر گیا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے دعوے کے متعلق اگر اس قسم کی تحریف کریں۔
تو ہم اونہیں معذور سمجھیں۔ کیونکہ دعویٰ کا ہونا ایک امر واقعہ ہے۔
اور امر واقعہ شارہ پر رائے قایم کرکے دوسرے گزشتہ واقعہ کی تحریف
یا تبدیلی کرنا ایک معقول عذر ہے۔ محض قیاسات اور منطق کے رو ئی
توجیہا خواجہ محمد عبادالله صاحب کو حق ہے۔ ویسا ہی ڈاکٹر صاحب کو
ایک معقول آدمی ترجیح کا فیصلہ کچھ نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم کا یہ دستور
تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ ایک مقام پر کسی شخص یا کسی واقعہ گذشتہ کا ذکر فرماکر
دوسری جگہ اشارتًا اوس کے مثیل کی پیشگوئی فرماتا ہے۔ مثلاً حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تئیں ذی القرنین ظاہر فرمایا ہے۔
اب ہم قرآن کریم پ ۱۶ ر ۲ میں وَيَسْئَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ سے
لیکر قالوا یا ذی القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فِي الْأَرْضِ
الی آخرہ۔ پر غور کرتے ہیں۔ تو تمام کے تمام صیغے ماضی کے پاتے ہیں یہاں
تک کہ حتّٰی اذا بلغ بھی گزشتہ وقوعہ کو ہی ظاہر کرنیوالا معلوم ہوتا ہی۔
اور بلاوجہ ہم ماضی کو مضارعہ یا مستقبل کے معنوں میں لینا خوبی کلام میں
داخل نہ سمجھکر یہ مان لیتے ہیں۔ کہ یہ کسی گزشتہ ذی القرنین کا ہی
تذکرہ ہے۔ اور اُس کے وقت میں دو قومیں یاجوج ماجوج ہو گزری
ہیں۔ لیکن جب پ ۱۷ ر ۷ میں پھر ہم حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج
وَهُم مِن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ۔ میں دونوں صیغے مستقبل کے پاتے ہیں۔ تو بے اختیار
قرآن کریم کی عظمت کا لحاظ رکھکر یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ ایک پیشگوئی ہے
اور قرآن کریم کے نزول سے بعد کے لئے ایک وقوعہ کی خبر ہے۔ پھر ایک
مر واقعہ یعنے حضرت مسیح موعود کا دلائل کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ادعا

اوس پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ اگر آپ کے ساتھ تائید الٰہی اور تنزل علیہم
الملٰئکۃ کا نمونہ نہ ہوتا۔ تو ہمیں محض منطق سے اوس کی تردید کی گنجایش ہوتی۔ پچھلے
کسی نمبر میں اپنے یاجوج کے معنے آگ بھڑکانے والے کے کئے ہیں۔ اور قوم جرمن مراد
لی ہے۔ اُس وقت مجھے ماجوج کے لفظ کی ماہیت معلوم نہ ہوئی۔ اور یاجوج کے
ساتھ اوس کی مشارکت ایک خلاف قیاس امر تھی۔ مگر اب روسی قوم بالشوک کے حالات
سُنکر یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان معلوم ہوئی۔ یہ قوم پہلے ماجوج تھی۔ مگر اب یاجوج
کے ساتھ شریک ہے۔ اُمید ہے۔ کہ مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر کے مطابق
مولوی محمد علی صاحب اس سے انکار نہیں کر سکیں گے مگر میں پھر مولانا صاحب
کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مرحلہ مسیح موعود کی زندگی میں ہونا ضروری
تھا۔ اب آپ مجھے جھوٹا اور مفتری تسلیم کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
کس طرح زندہ ثابت کر سکتے ہیں۔ میں تو بحیثیت فضل عمر آپ کی زندگی کا پورا
ثبوت ہوں۔ آپ اون کو ذی القرنین کسی طرح مانتے ہیں۔ کچھ تو ظاہر کریں۔
مجھے تو تمام احادیث متعلقہ مسیح و مہدی اسی پ۱۷ کی تفسیر صاف دکھائی دیتی
ہیں۔ اور امر واقعہ نے اُسے بالکل شک سے مبرا کر دیا ہے۔ یہ میں آپ کو
کہہ دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے الہاماً لکھی ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اس امر میں آپ کے ساتھ متفق تھے۔ کہ مسیحیت اور مہدویت کا خاتمہ آپ
پر ہو گیا۔ تو یہ آپ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اور آپ اس مذہب پر قایم نہ ہوتے۔
تو اسوقت ظہیر کو محض پیدائش کی ایک بے ثبوت بات پر اس حد تک پہنچے ہوئے
نہ پاتے۔ بات تو صاف تھی۔ مگر اس کا اپنے وقت پر کھلنا ضروری تھا جس
طرح ذی القرنین اور یاجوج ماجوج کے الفاظ سے ایک پیشگوئی معلوم ہوتی ہے
ایسا ہی سورۃ انّآ انزلنٰہ فی لیلۃ القدر الی آخرہ سے ایک استدلال کیا

جاتا ہے۔ الف شہر کے الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کم از کم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی عظمت ظاہر کرتے ہیں۔ ہزار ماہ کے تقریباً ۸۳ سال ہوتے ہیں۔ اور رسول اکرم کا زمانہ ۲۳ تئیس سال ہے۔ پس تنزیل کا اختتام آگے تک لے جانا لازمی امر ہے۔ ایسا ہی الفاظ تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر ایک دوامی فقرہ ہے۔ اگر صرف رسول اکرم کا زمانہ ہی مخصوص ہوتا۔ تو (اوترتے ہیں) کا لفظ نہ آتا۔ اور قرآن کریم کی عظمت اور بالآخرۃ ہم یوقنون کے الفاظ چاہتے ہیں۔ کہ آئندہ کے لئے ایک پیشگوئی بھی اس سے پیدا ہو۔ پس باقی قابل تسلیم اُمور کو ساتھ لیکر اس سے مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ مُراد ہے۔ اور الف شہر کا لفظ یہاں یہی چاہتا ہے۔ کہ تکمیل تنزیل کسی نہ کسی رنگ میں ۸۳ سال کے قریب ہو۔ پس یہ میری صداقت کی ایک دلیل ہی مولوی محمد احسن صاحب امروہی غور فرمائیں۔ اُنکا آخری وقت ہے۔ قرآن کریم کی عزت اسی میں ہے۔ کہ انتخاب یا وصیت کو ۸۳ سال کے بعد قایم کیا جاوے۔ نصیحت تو دیوار پر سے بھی لے لینی چاہیئے۔ یہ جائیکہ ایک (مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِم) کی طرف سے ہو۔ اخیر پر اس امر کا ظاہر کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں نے میاں صاحب کے متعلق دعا کی جیسے کہ سابقہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے پاؤں سے ایک کانٹا میاں صاحب نے نکالا۔ اسکی تعبیر یہی ہے کہ میاں صاحب کو ایسی توفیق ملے گی۔ کہ وہ میرے کسی کانٹے کو دور کریں۔ اور میرے راہ کو صاف کریں۔ واللہ اعلم بالصواب پھر یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کہ میں کچھ مدت سے اس خیال میں تھا۔ کہ کچھ نکہ

میں پریکٹس کی وجہ سے - وقت نہیں پاتا - اس لئے اشاعت بالکل نہیں ہوسکتی - مولوی محمد ابراہیم صاحب خیر لودی کو تکلیف دی جاوے - کہ وہ میرے پاس ٹھہریں - چنانچہ کمیٹی سے یہ ریزولیشن کے رنگ میں سوال اٹھایا بھی جاچکا ہے - اب ایک خواب کی بنا پر میں پریکٹس کو کم کرتا ہوں اور معقول رنگ میں ترک بھی کرتا ہوں - اب مولانا صاحب کو مجبور نہیں کرتا اونکی اپنی مرضی پر منحصر ہے - مکان بہر صورت تیار رہے - فقط -

(نوٹ) معقول رنگ میں ترک کرنے سے مراد قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ترک کرنا ہے - جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کا آپ کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈالنا - اور آپ کی بہن یعنے اپنی لڑکی کو پیچھے پیچھے روانہ کرنا -

(۲) الف شہر اگر رسول کریم اور مسیح موعود دونو کا الہامی وقت شامل کیا جاوے - توبھی پورے نہیں اوترتے - اس لئے مسیح کے بعد فوراً الہامی مدعی کا بولنا ضرور تھا - فقط ۲۵ فروری ۱۹۲۰ء

خاکسار

قاضی یار محمد

بی اے - ایل ایل بی پلیڈر - نورپور

ضلع کانگڑہ